سید یونس الحسنی

اُلٹی ہوگئیں سب تدبیریں

جنرل پرویز کے دورۂ روس کی آمدہ تفصیلات ہرگز دل خوش کن نہیں ہیں۔صدر ولادی میر پوٹن نے کم وبیش وہی مطالبات دہرائے ہیں' جن کی اہلِ مغرب اور بھارت مدت سے رٹ لگائے ہوئے ہیں۔یعنی

- پاکستان کی طرف سے مقبوضہ کشمیر میں مسلح مداخلت مکمل طور پر بند ہونی چاہیے۔
- حکومتِ پاکستان مجاہدین کے خلاف کریک ڈاؤن کرے۔
- پاک بھارت حکمران مسئلہ کشمیر پر مذاکرات کریں۔اس معاملے میں شملہ معاہدہ اوراعلانِ لاہور کی پابندی کی جائے۔
- پاکستان دہشت گردی کی برآمد کی اجازت نہ دے۔
- صدر پاکستان نے شدت پسندوں کے خلاف جن اقدامات کا اعلان کیا تھا' اس پرعمل درآمد کریں۔

صدر پرویز نے کہا کہ ''پاکستان اور روس مشترکہ طور پر دہشت گردی کے خلاف کام کررہے ہیں۔ہمارا تعاون جاری رہے گا۔چیچنیا کا مسئلہ روس کا داخلی معاملہ ہے۔پاکستان اور روس طویل عرصہ تک ایک دوسرے کو دوسروں کی نگاہ سے دیکھتے رہے ہیں۔ہم اسے مغرب اور وہ ہمیں بھارت کی نظروں سے دیکھتا رہا۔اب وقت آ گیا ہے کہ دونوں ممالک قریب آئیں۔سوویت یونین ہمیشہ گرم پانیوں تک رسائی کی کوشش کرتا رہا' اب پاکستان روس کو گرم پانی تک رسائی کی سہولت کی پیش کش کرتا ہے۔''

یہ دورہ ایسے کڑے وقت میں ہوا جب امریکہ ایک طرف افغانستان میں قدم جمانے کی سعی میں مصروف ہے تو دوسری طرف اس کی افواج اور بحری بیڑے عراق پر حملہ کرنے کو تیار کھڑے ہیں۔روس نے عراق پر لشکر کشی کی قطعاً حمایت نہیں کی۔اس کی یہ کیفیات چین اور فرانس سے ملتی جلتی ہیں لیکن یہ حقیقت اپنی جگہ مسلم ہے کہ امریکہ پر اقتصادی انحصار نے اسے کہیں کا نہیں چھوڑا اور وہ کسی بھی صورت مسٹر بش کے منہ لگنے یا اس کی پالیسی سے انحراف کرنے کے قابل نہیں رہا' وہ پاکستان کی کیا مدد کرسکتا ہے یا کرسکے گا۔وہ پاک بھارت تنازعات میں ثالثی کی اہلیت سے محروم ہوچکا ہے۔یوں بھی اس ملک کا مصالحانہ کردار ایسا نہیں رہا کہ جس پر اطمینان کا اظہار کیا جاسکے۔۱۹۶۵ء کی جنگ میں کسی حد تک حاصل ہونے والی کامیابی جو میدان میں حاصل کی گئی تھی۔روس ثالثی کی بدولت مذاکرات کی میز پر شکست میں تبدیل ہوگئی اور ہمیں معاہدہ تاشقند کے مکروہ تحفے پر اکتفا کرنا پڑا۔دانشوران وطن تب بھی نغاں بلب تھے اور آج بھی پریشاں خاطر ہیں۔ان کے اندیشے، خدشات اور تحفظات حقیقت کے روپ میں سب پرعیاں ہوچکے ہیں۔

پاک روس تعلقات ایک تلخابہ ہے اور بس! ہمیں یہ سچ تسلیم کرلینا چاہیے کہ ماسکو اور دہلی کی دوستی اٹوٹ رشتوں میں بندھی ہے۔۱۹۷۱ء میں وطن عزیز کو دولخت کرنے میں روس بھارت کے ساتھ برابر کا شریک تھا۔کشمیر پر وہ بظاہر مذاکرات کی

طرح دیتا ہے مگر باطناً اس کا موقف وہی ہے جو بھارتی لیڈروں کا رہا ہے یا اب ہے۔ کس کو خوش فہمیوں میں رہنے کی عادت ہو تو کیا کہا جا سکتا ہے۔ ورنہ تاریخ کے صفحات چیخ چیخ کر کہہ رہے ہیں کہ بے خانماں افغانوں سے حیات مستعار کی رونقیں چھیننے کا آغاز اسی ستم شعار نے کیا۔ نتیجۃً امریکہ وہاں آ موجود ہوا۔ سوویت یونین دم توڑ گئی اور آج کا روس ہیرو سے زیرو ہو کر امریکہ کا تابع مہمل ہو کر رہ گیا۔ ہم بھارت کے مقابل ایٹمی طاقت بن کر نسل افرنگ کے ہم رکاب اور ہم زیاں ہو کر افغان ''دہشت گردی'' کو نابود کرنے میں اپنی بھرپور صلاحتیں بروئے کار لاتے رہے۔ اس قضیے میں ہماری، بھارتی رہنماؤں اور روسی حکمرانوں کی بولیاں اوّل تا آخر یکساں ہو گئیں۔ امریکہ کے ساتھ ہماری ''دوستی'' کی انتہائی پرواز سے بالآخر ہمارے پر شل کر دیئے اور دھڑام سے وہیں آ گرے، جہاں پہلے تھے لیکن بہت سا وقت گزر چکا تھا۔ اس ''یارانے'' میں ہم بری طرح خجل و خوار ہو چکے تھے۔ ہمارے رعونت مآب صدر نے اس وقت بھی اپنے شہ دماغوں کی آراء کو اپنے بھاری بوٹوں تلے مسل دیا تھا اور انفرادی حیثیت سے وہ سب کچھ کر گزرے جو نہیں کرنا چاہیے تھا پھر وہ سب کچھ ہمارے ہاتھ ہو گیا جو کبھی نہیں ہونا چاہیے تھا۔ آج ہماری بے بسی دیدنی ہے۔ ہم اس کوشش میں ہیں کہ عراق کے بعد ہمارے باری نہ آئے۔ من موجیاں کرنے والے صدر پرویز کے ہاتھوں کے طوطے اُڑ چکے ہیں۔ اس لیے وہ نئی دوستیوں کی تلاش میں کریملن یاترا کر رہے ہیں۔ اس بار بھی ہوشمندانِ چمن نے بہت سے توجہ طلب پہلو میڈیا کے توسط سے اجاگر کیے مگر جنرل پرویز نے وہی کیا جو چاہا۔ انہوں نے وزیراعظم سمیت کسی بھی رہنما کو اعتماد میں لینا یا ان سے مشاورت کرنا ضروری نہیں سمجھا، وہ کشاں کشاں ماسکو جا پہنچے۔ روسی صدر کے آگے بے طرح بچھے اور پھیلتے چلے گئے۔ افسوس! انہوں نے اپنی نامعقول روش کی وجہ سے چین کو منانے اور اپنا ہم نوا بنانے کا سوچا تک نہیں اور سائبیرین ریچھوں کے لیے گرم پانیوں تک رسائی سہل بنانے کی پیش کش بھی کر دی مگر روسی صدر نے دوٹوک بات کہی کہ وہ بھارت کے ساتھ دوستی کی قیمت پر کسی دوسرے ملک سے الفت کی پینگیں نہیں بڑھائے گا۔ یہ اس شخص کا جواب ہے بقول عباس اطہر اس وقت فیصلوں میں جس کی آواز کی کوئی اہمیت نہیں۔

خود پاکستان کی حالت ناگفتہ بہ ہے۔ ایف بی آئی حکومتی سرگرمیوں میں مکمل طور پر دخیل ہے، جس سے سوسائٹی میں عجیب سی گھٹن پیدا ہو گئی ہے۔ وہ خود سر شخص، جس نے کسی کی سنی نہ مانی اور ملکی سلامتی و خود مختاری کے لیے کئی گھناؤنے چیلنج پیدا کر دیئے ہیں۔ اب انتہائی بے بسی، بے بضاعتی اور سراسیمگی کے عالم میں الٹے سیدھے آڑھے ترچھے ہاتھ پاؤں مار رہا ہے مگر قومی ہمدردی اب بھی اس کی پشت پناہ نہیں کیونکہ اس نے قومی سوچ کو پرکاہ کے برابر بھی وقعت نہیں دی ہے۔ ایسے میں نئے اندیشوں اور خدشوں نے جنم لیا ہے۔ لوگ سوچوں کے بحر قلزم میں غوطہ زن ہیں کہ آئندہ کیا ہونے والا ہے اور اہل وطن کو کیا کردار ادا کرنا ہوگا؟ بین الاقوامی میڈیا نے مسٹر پرویز کے دورہ روس کو پاکستان کی خارجہ پالیسی میں تبدیلی کے اشارے پر محمول کیا ہے مگر یہ بات ایک بہت بڑا سوالیہ نشان ہے کہ آج جب امریکہ کے جنگی جنون سے پوری دنیا کی سلامتی معرض خطر میں ہے، روس سمیت کوئی ملک اس کی مخالفت پر تیار نہیں۔ جنرل پرویز اس خود کشیدہ دلدل سے نکلنے کی جرأت کر سکیں گے؟

''اُلٹی ہو گئیں سب تدبیریں کچھ نہ دوا نے کام کیا''